اختلاف میں اعتدال

شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ

نور کی نگاہ سے دیکھو کہ آپس کی مخالفتوں میں بھی ان حضرات نے کیا نمونہ ہمارے سامنے رکھا ہے۔ جنگ جمل کتنی سخت لڑائی ہوئی تھی کہ تقریباً بیس ہزار آدمی اس لڑائی میں قتل ہوئے (تاریخ الخمیس) لیکن جب معرکہ شروع ہو رہا تھا اور دونوں طرف سے گھسان کی لڑائی شروع ہونے کو تھی تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ صف سے آگے بڑھے اور مد مقابل جماعت میں سے حضرت زبیر رضی اللہ عنہ کو آواز دی وہ بھی اپنی صف سے آگے بڑھے دونوں نے معانقہ کیا اور دونوں روئے حضرت علیؓ نے فرمایا تمھیں کس چیز نے مجبور کیا کہ تم یہاں مقابلہ پر آ گئے۔ حضرت زبیر نے فرمایا کہ حضرت عثمانؓ کے خون کے بدلہ نے۔ دونوں حضرات میں گفتگو ہوتی رہی یہ ایسے دو مخالفوں کا برتاؤ ہے جو ایک دوسرے کے مقابلہ میں تلواریں نکالے ہوئے بالکل تیار بیٹھے تھے (کتاب الامامۃ والسیاسۃ) اس کے بعد معرکہ ہوا اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی جماعت کو فتح ہوئی، دوسری جماعت کے بہت سے افراد قید ہوئے۔ حضرت علیؓ کی جماعت کے بعض افراد نے اصرار کیا کہ ان قیدیوں کو قتل کیا جائے...... حضرت علیؓ نے قبول نہیں فرمایا بلکہ ان سے دوبارہ بیعت لیتے رہے اور معاف فرماتے رہے ان مغلوبین کے مال کو غنیمت قرار دیا لیکن ان کی جانوں کو قیدی بنانے سے انکار فرما دیا۔ لوگوں نے اس پر بھی اصرار کیا کہ جب ان کے مال غنیمت بنائے گئے تو جانیں بھی قیدی بنائی جائیں۔ حضرت علیؓ اول انکار فرماتے رہے آخر اپنی جماعت کے اصرار پر ارشاد فرمایا کہ اچھا بتاؤ کہ اپنی ماں حضرت عائشہ کو باندی بنا کر اپنے حصہ میں لینے پر تم میں سے کون سا تیار ہے انھوں نے عرض کیا، نستغفر اللہ (یعنی ہم اللہ سے مغفرت چاہتے ہیں یہ تو نہیں ہو سکتا) حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے فرمایا وانا استغفر اللہ (میں بھی اللہ سے مغفرت چاہتا ہوں) کیا ہم بھی اپنے کسی مخالف کا کوئی احترام باقی رکھتے ہیں، دشمنی اور مقابلہ میں تلوار اٹھانا بہت بڑی چیز ہے کیا ہم معمولی سا خلاف کرنے والے کا بھی اتنا احترام رکھتے ہیں جتنا یہ حضرات مقابلہ میں تلوار اٹھانے والے کا رکھتے تھے۔ اس کے بعد دیکھا کہ مقتولین میں محمد بن طلحہ پڑے ہوئے ہیں۔ حضرت علیؓ نے ارشاد فرمایا اللہ تم پر رحم فرمائے تم بڑے عبادت گزار شب بیدار تمام رات نماز پڑھنے والے تھے، سخت سے سخت گرمی میں کثرت سے روزے رکھنے والے تھے (کتاب الامامۃ) اس لڑائی کے خاتمہ پر جب حضرت عائشہؓ کا اونٹ زخمی ہو کر گرا ہے تو حضرت علیؓ نے جلدی سے کہا دیکھو (ام المؤمنین) کو کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی۔ (طبری) حضرت عائشہؓ کے بھائی محمد بن ابی بکرؓ جو حضرت علیؓ کے طرف دار تھے جلدی سے بڑھے دریافت کیا کہ کوئی تکلیف تو نہیں پہنچی، اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ خود ہودج کے پاس تشریف لے گئے۔ فرمایا، اماجان کوئی تکلیف تو نہیں ہوئی۔ اللہ جل شانہٗ تمھاری غلطی کو معاف فرمائے۔ حضرت عائشہؓ نے فرمایا اللہ تعالیٰ

تمھاری بھی مغفرت فرمائے (طبری) یہ تھا مخالفوں کے ساتھ معاملہ اور یہ تھی مقابلین کی عزت افزائی۔ ہم لوگوں کو اپنے کسی حریف پر تسلط حاصل ہو جائے تو ہمارا کیا برتاؤ ہے۔ کسی مخالف پر غلبہ حاصل ہو جائے تو اس کی جان و مال آبرو کوئی چیز بھی ایسی ہے جس پر ہم رحم کر سکتے ہیں۔

امیر معاویہؓ اور حضرت علیؓ کی جنگ ضرب المثل ہے، امیر معاویہؓ کی حکومت میں ایک واقعہ پیش آیا کہ ایک شخص ابن خیبری نے اپنی بیوی سے کسی کو زنا کرتے دیکھ لیا۔ صبر نہ ہو سکا اس کو قتل کر دیا۔ حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کے پاس مقدمہ پہنچا، ان کی کچھ سمجھ میں نہ آیا، کیا فیصلہ فرما دیں۔ قاتل کی سزا قصاص، لیکن یہ قتل جن حالات میں صادر ہوا وہ بالکل نظر انداز کرنا مشکل۔ حضرت معاویہؓ نے ابو موسیٰ اشعریؓ کو لکھا کہ حضرت علیؓ سے اس بارے میں مسئلہ تحقیق کر کے لکھیں (مؤطا امام مالک) کیا ہم بھی اپنے کسی سیاسی مخالف کے سامنے جہل کا اقرار کر سکتے ہیں، کسی مسئلہ میں جو باہمی نزاعی نہ ہو اس کی طرف رجوع کر سکتے ہیں، ہمارے سیاسی مخالف کا نہ کوئی قول معتبر ہے نہ وہ اس قابل ہے کہ کوئی شخص کسی مسئلہ میں اس طرف رجوع کرے۔ حضرت علیؓ سے ان کے خلیفہ ہونے کے وقت مہاجرین وانصار نے بیعت عامہ کی تو ایک جماعت بیعت میں شریک نہیں ہوئی، حضرت علیؓ نے ان پر جبر نہیں فرمایا اور جب آپ سے کسی نے ان لوگوں کے متعلق سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا کہ یہ لوگ حق کا ساتھ دینے سے بیٹھ گئے لیکن باطل کا ساتھ بھی نہیں دیا (خمیس) مگر آج کوئی شخص یا کوئی جماعت سکوت اختیار کرے تو اس کا کیا حشر ہے یہ اخبار بینوں سے مخفی نہیں ہے۔ حضرت امام حسنؓ کو زہر پلایا گیا اور جب وصال ہونے لگا تو لوگوں نے دریافت کیا کہ آپ کو کچھ معلوم ہے کہ کس نے زہر دیا ہے آپ نے ارشاد فرمایا کہ واللہ میں ہرگز نہ بتاؤں گا کہ کس نے پلایا ہے اگر وہی ہے جس کو میں سمجھتا ہوں تو اللہ جل جلالہٗ کا انتقام بہت کافی ہے اور اگر وہ نہیں ہے تو میں نہیں چاہتا کہ میری وجہ سے کسی بے گناہ کو مارا جائے (خمیس) لیکن ہمارا کیا عمل ہے، جس شخص سے معمولی اختلاف رائے ہے ہر برائی اس کے ذمہ ڈالی جاتی ہے جو اذیت ہم کو پہنچتی ہے اُسی کی سازش سمجھی جاتی ہے کوئی دوسرا شخص کسی قسم کی اذیت پہنچائے تو دیدہ و دانستہ اس اذیت کو اس مخالف رائے کے ذمہ ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔ بسا اوقات ہمارا دل کہتا ہے کہ یہ فعل اس کا نہیں ہے مگر انتقام کا جوش اس کی سعی کرتا ہے کہ اس قصہ میں اس کو بے گناہ جاننے کے باوجود اس کو پھانسا جائے اور سنیے اسی جنگ جمل میں حضرت عائشہؓ کی اور حضرت علیؓ کی کس قدر سخت مخالفت تھی کہ اصل جنگ ہی ان دونوں حضرات کی تھی لیکن جب حضرت حسن بن علیؓ پر زہر کے اثر کا غلبہ ہوا تو اپنے بھائی حضرت حسینؓ کو حضرت عائشہؓ کے پاس بھیجا اور اس کی اجازت منگائی کہ میں ان کے گھر میں اپنے نانا صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب دفن ہوں۔ حضرت عائشہؓ نے باوجود اس ساری لڑائی کے بہ خوشی اس کو قبول فرمایا اس کے بعد حضرت حسن نے حضرت حسین سے فرمایا کہ شاید میری زندگی میں میری شرم ولحاظ کی وجہ سے اجازت دے دی ہو، میرے انتقال کے بعد دوبارہ اجازت لے لینا اگر وہ بہ خوشی اجازت دیں تو وہاں دفن کر دینا ورنہ عام قبرستان میں دفن کر دینا۔ حضرت حسینؓ نے بھائی کے انتقال کے بعد دوبارہ اجازت چاہی تو حضرت عائشہؓ نے فرمایا (نعم

وکرامۃ) ہاں ہاں بڑے اکرام کے ساتھ (یہ ہے مسلمانوں کے اسلاف کی لڑائی اور آپس کی مخالفت اس کے بعد کا حال بھی سنو کہ) امراء بنی اُمیہ نے اس وجہ سے کہ حضرت عثمانؓ کو مخالفین نے وہاں دفن نہ ہونے دیا تھا مزاحمت کی اور کہا کہ جب حضرت عثمانؓ کو وہاں دفن نہیں ہونے دیا تو حسن بھی دفن نہیں ہوسکتے لیکن اس کے باوجود حضرت حسینؓ نے جنازہ کی نماز پڑھانے کے لیے امیر مدینہ سعید بن العاصی کو بڑھایا اور فرمایا کہ یہی سنت ہے (خمیس) کیا ہم بھی سنت کی رعایت میں اپنے دشمن کے ساتھ یہ معاملہ کرتے ہیں۔ یہاں معمولی سے معمولی اختلاف پر مصلّوں سے ہٹادینا امامت سے علاحدہ کردینا روزمرہ کے معمولات ہیں۔ دوچار واقعہ ہوں تو کوئی گنوائے جہاں ہزاروں لاکھوں واقعات اسی نوع کے ہوں تو کہاں تک گنوائے جائیں یہ مسلمانوں کے ساتھ ان حضرات کے معاملات تھے۔ ایک نظر غیر مسلموں کے ساتھ برتاؤ پر بھی ڈالتے جاؤ۔ کفار مکہ نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں کو ابتداء اسلام میں کچھ کیا تکلیفیں نہیں پہنچائیں کون سی ایسی اذیت وتکلیف اور توہین وتذلیل تھی جو ان حضرات کی ساتھ نہیں برتی گئی۔ ہر مسلمان ان سے واقف ہے اور عام وخاص کی زبانوں پر یہ واقعات ہیں۔ کچھ نمونہ دیکھنا چاہو تو حکایاتِ صحابہ کا یہ باب دیکھو۔ لیکن ان سب کے بعد مکہ مکرمہ فتح ہوتا ہے، سب کفار زیر نگین اور مغلوب ہوتے ہیں۔ اس وقت ہر شخص اپنے اوپر خائف ہے کہ اپنی عداوتیں سامنے ہیں۔ لیکن حضور کی پاک زبان سے نکلتا ہے۔ لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم (درمنثور) آج تم پر کوئی ملامت نہیں۔ اللہ تمھیں معاف کرے۔

غزوۂ بدر میں کس زور شور سے کفار نے مقابلہ کیا۔ پھر مغلوب ہوئے پکڑے گئے لیکن قیدیوں کے ساتھ کیا برتاؤ ہوا کہ بعض کو معمولی معاوضہ پر آزادی دی گئی اور بعض غریبوں کو بلا معاوضہ آزادی دی گئی (خمیس) اسی طرح جس قدر معرکے حضورؐ کے اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ہوئے ہیں تاریخ کے صفحات اُن سے پُر ہیں کہ ذمیوں اور قیدیوں کے ساتھ جو برتاؤ ہوتا تھا وہ آج مسلمانوں کا مسلمانوں سے نہیں ہے۔ معمولی سے معمولی آدمی عورت اور غلام تک کسی کو امن دے دیتا تھا تو بادشاہ اور امیر کو اس کا پورا کرنا ضروری تھا۔ آج قوم کے بڑے بھی کسی معاہدہ کرلیں تو ساری قوم ان کے خلاف لعنت کا ووٹ پاس کرنے کو تیار ہے۔ فتح مکہ میں حضرت ام ہانی نے اپنی سُسرال کے کسی شخص کو امن دے دیا۔ حضرت علیؓ نے اس کو رَد کرنا چاہا، مگر حضور نے فرمادیا کہ ہم نے امان قبول کرلیا ہے اور ضابطہ بنادیا کہ ادنیٰ سے ادنیٰ کا امان دے دینا معتبر ہے۔ ہرمزان کا بار بار بدعہدی کرنا اور پھر امن چاہنا تواریخ میں مفصل مذکور ہے اور اخیر میں جب حضرت عمرؓ نے ان کی مکرر سہ کرر بدعہدی سے قتل فرمانے کا تہیہ کرلیا تھا تو کیسے معمولی حیلے سے امن چاہ کر مسلمان ہوئے کہ اول اپنے پیاسے ہونے کو ظاہر کیا اور جب پانی دیا گیا تو کہا کہ مجھے اندیشہ ہے کہ پانی پیتے ہوئے قتل کردیا جاؤں، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اندیشہ نہ کرو۔ پانی پینے تک تم کو امن دے دیا۔ یہ سُن کر گلاس کا پانی گرادیا۔ حضرت عمرؓ نے دوبارہ پانی منگایا تو کہنے لگے مجھے پانی پینا منظور نہیں ہے۔ مگر آپ پانی پینے تک امن دے چکے ہیں۔ اگرچہ یہاں بالکل صاف اور ظاہر مفہوم تھا کہ پانی نہیں پیتا تو امن ختم ہے، مگر چونکہ امن اور ایفائے عہد میں یہ حضرات بہت اونچی چٹان پر تھے۔ اس لیے حضرت عمرؓ نے اس کو قبول فرمالیا۔ ان

حضرات کے اس علوشان کا تھوڑا سا اندازہ اس تحریر سے ہوتا ہے جو حضرت عمرؓ نے حضرت سعد کو لکھی ہے۔ جس میں ارشاد ہے کہ اگر کوئی عجمی مذاق اور لہو ولعب کے طور پر یا کسی ایسی زبان میں یا ایسے الفاظ میں کہے جو اُن کے یہاں امن سمجھے جاتے ہوں تو تم اس کو امن کے قائم مقام سمجھو۔ اس لیے کہ امن دینے میں غلطی کر جانا کارآمد ہے اور بدعہدی میں غلطی کر جانا ہلاکت ہے اور تمھارے ضعف اور دشمن کے قوی ہو جانے کا سبب ہے۔ (اشاعۃ)

ابولولؤ جو حضرت عمر کا قاتل ہے نصرانی غلام تھا۔ حضرت عمرؓ کی زندگی ہی میں ان کو اشارے سے قتل کی دھمکی دی۔ حتی کہ کچھ عرصہ کے بعد قتل بھی کر دیا حضرت عمرؓ نے خود فرمایا کہ اس نے اس وقت مجھے قتل کی دھمکی دی ہے لیکن اس کے باوجود کیا کوئی انتقام اس سے لیا۔ بلکہ اس کے بالمقابل اس کے ساتھ احسان کا ارادہ تھا جو کتب احادیث اور تاریخ میں مشہور ہے اور اس کی عداوت کا یہ حال تھا کہ جب نہاوند کے قیدی پکڑ کر لائے گئے تو ایک ایک کے سر پر ہاتھ پھیرتا تھا اور کہتا تھا کہ اَکَلَ عمرؓ کبدی۔ عمرؓ نے میرا جگر کھالیا ہے۔ (اشاعۃ)

ابن ملجم حضرت علیؓ کا قاتل ایک مرتبہ کسی اپنی حاجت کو لے کر حضرت علیؓ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے اس کی حاجت پوری فرمادی اور ارشاد فرمایا کہ یہ میرا قاتل ہے۔ کسی نے عرض کیا کہ اس کو آپ قتل کیوں نہیں کرا دیتے۔ آپ نے فرمایا فمن یقتلنی پھر مجھے کون قتل کرے گا۔ (اشاعۃ)

ایک روایت میں ہے کہ ابھی تو اس نے قتل نہیں کیا (تو پہلے سے پہلے قصاص کیسے ہوسکتا ہے) جب اس شقی نے آپ پر حملہ کر دیا اور پکڑا گیا۔ تو آپ نے فرمایا کہ ابھی قتل نہ کرنا۔ قید میں رکھنا (واطیبوا طعامه والینوا فراشه) اور کھانے کو اچھا دینا اور بستر نرم دینا اگر میں اس حملہ سے مرگیا تو قصاص میں قتل کر دینا۔ اور اچھا ہوگیا تو میں اپنے معاملہ کا مختار ہوں چاہے معاف کر دوں یا بدلہ لوں (خمیس) ان واقعات کا احاطہ کسی مختصر تحریر میں کیا ہوسکتا ہے تو اریخ ان سے لبریز ہیں۔ مجھے تو اس نمونہ سے صرف ادھر متوجہ کرنا مقصود ہے کہ مخالفتیں اور دشمنیاں ہوتی آئی ہیں مگر دشمنوں کے ساتھ بھی ان پاک نفوس کا جو برتاؤ تھا وہ ہمارا دوستوں سے بھی نہیں ہے۔ پھر امید باندھے بیٹھے ہیں کہ اسلام اسلام کا نام زبان پر رٹیں اور ثمرات وہی حاصل ہوں جو ان کو حاصل تھے۔ فالی اللہ المشتکیٰ۔ (آخری وصیت) ابھی میرا کچھ اور بھی لکھنے کا خیال تھا۔ مگر ماہ مبارک قریب آرہا ہے اور اس مبارک مہینے میں مجھے خط لکھنا تو درکنار پڑھنا بھی دشوار ہے۔ اس لیے ایک نہایت مختصر مضمون پر اس خط کو ختم کرتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ اس سارے مضمون سے یہ بات واضح ہوگئی ہوگی کہ ہماری ساری پریشانیوں کا منشاء اسلامی تعلیمات سے ہماری غفلت اور اس پر عمل نہ کرنا ہے اس لیے کہ مسلمان کی انتہائی ترقی کا راز صرف اسلامی تعلیمات پر عمل کرنے میں مضمر ہے۔ اس کے سوا کچھ نہیں ہے لہٰذا ایک آخری نصیحت اور وصیت کرتا ہوں:

نصیحت گوش کن جاناں کہ از جان دوست تر دارند
جوانان سعادت مند پند پیر دانا را

کہ جہاں کہیں کسی ناجائز امر کو دیکھو اور اس کے روکنے پر قدرت ہو اس میں دریغ نہ کرنا اور جہاں قدرت نہ ہو وہاں نزاع و فساد پیدا نہ کرنا۔ یہ دو امر نہایت اہم اور دقیق ہیں۔ اس میں ہم لوگ بسا اوقات غلطی کرتے ہیں، بہت سے ایسے امور کو جو ہماری قدرت میں ہیں ہم اپنے تعلقات کے زور میں اولاد و احباب کی محبت میں ان پر سکوت کرتے ہیں حالانکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: من رای منکم منکرا فلیغیرہ بیدہ فان لم یستطع فبلسانہ فان لم یستطع فبقلبہ وذلک اضعف الایمان (رواہ مسلم وغیرہ، رسالہ تبلیغ) جو شخص تم میں سے کسی ناجائز کام کو ہوتے ہوئے دیکھے اس کو ہاتھ سے بدل ڈالے مثلاً کوئی ناجائز چیز بنتے ہوئے دیکھے، اگر قدرت ہے تو اس کو توڑ ڈالے۔ کسی شخص کو کسی گناہ میں مبتلا دیکھے ہاتھ پکڑ کر لے جائے۔ اس پر کچھ زور ہو تو مار کر روک دے) اگر اس کی قدرت نہ ہو تو زبان سے بدل ڈالے (یعنی ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہ ہو، تو زبان سے روک دے یا کم از کم زبان سے اس کے ناجائز ہونے کا اعلان کر دے) اگر اس کی بھی قدرت نہ ہو تو دل سے اس کو برا سمجھے اور یہ ایمان کا سب سے کم درجہ ہے۔ دوسری روایت میں آیا ہے کہ اس سے کم درجہ ایمان کا نہیں ہے اور ظاہر بات ہے کہ جب دل سے بھی اس کو برا نہیں سمجھا ہے تو گویا دل سے اس کو پسند کر لیا۔ پھر ایمان کا کون سا درجہ رہ سکتا ہے۔ اسی لحاظ سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے افضل الجھاد کلمۃ حق عند سلطان جائر ارشاد فرمایا ہے (افضل ترین جہاد، حق بات کا ظالم بادشاہ کے سامنے کہہ دینا ہے) کہ چونکہ ہاتھ سے روکنے پر قدرت نہیں ہے اس لیے زبان ہی سے کہہ دے شاید اثر کر جائے، یا کم از کم اس کے علم میں تو یہ بات آ جائے کہ میں فلاں کام ناجائز کر رہا ہوں۔ اپنی جہالت سے ناجائز کو جائز اور باطل کو حق نہ سمجھتا رہے کہ پھر اس سے رکنے کی یا توبہ کرنے کی توفیق ہی نہ ہوگی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ما من رجل یکون فی قوم یعمل فیھم بالمعاصی یقدرون علی ان یغیروا علیہ ولا یغیرون الا اصابھم اللہ بعقاب قبل ان یموتوا رواہ ابوداود ابن حبان وغیرھما (رسالہ تبلیغ) جو شخص کسی جماعت میں ہو اور کوئی ناجائز کام کرتا ہو اور وہ جماعت اس کے روکنے پر قادر ہو پھر بھی نہ روکے تو ساری جماعت کو مرنے سے پہلے پہلے اس کے عذاب میں مبتلا ہونا پڑے گا۔ وہ کس قدر سخت وعید ہے۔ ہم لوگ اپنی اولاد کو اپنے چھوٹوں کو علی الاعلان ناجائز امور کرتے دیکھتے ہیں ہر طرح سے ان پر قدرت ہے، زور ہے لیکن پھر بھی اُن کی محبت کی وجہ سے یا دین سے غفلت اور لاپروائی کی وجہ سے نہیں روکتے۔ یہ حقیقت میں نہ اُن کے ساتھ خیر خواہی ہے نہ اپنے ساتھ، ان کو بھی مصیبت میں گرفتار کرتے ہیں اور اپنے کو بھی، آج اولاد، ملازم، بیوی، بہن کوئی مالی نقصان کر دے، ہماری اپنی شان کے خلاف کوئی بات کہہ دے اس کی جان کو آ جائیں گے۔ مار پیٹ سے بھی دریغ نہ ہوگا۔ گالی دینے اور برا بھلا کہنے کا تو ذکر ہی کیا ہے۔ لیکن وہ نماز نہ پڑھتا ہو، جوا کھیلتا ہو، ڈاڑھی منڈاتا ہو، غرض اللہ جل جلالہٗ اور شریعت مطہرہ کے کسی بھی حکم کی خلاف ورزی کرتا ہو تو کچھ مارنا تو درکنار زبان سے بھی نہیں کہا جاتا۔ بلکہ دل میں بھی خیال نہیں آتا۔ کوئی حکومت کا مجرم ہو اس کا باغی ہو۔ قتل کا ملزم ہو وہ ہمارے پاس آ جائے تو زبان سے اگر کسی وجہ سے نہ کہا جائے گا تو بھی دل میں بار بار خیال آئے گا کہ یہ مجرم میرے پاس ہے کہیں میں اس

کے ساتھ نہ پکڑا جاؤں، لیکن اللہ کا باغی، اللہ کا نافرمان کھلم کھلا اللہ کی نافرمانی کرنے والا ہمارے پاس آتا ہے تو زبان سے کہنا تو بڑی بات ہے دل میں بھی اس کا وسوسہ نہیں آتا کہ یہ اللہ کا مجرم ہے کہیں اس کی نحوست میں، میں بھی گرفتار نہ ہو جاؤں۔ قرآن حکیم اور احادیث بار بار اس چیز کی مذمت کرتے ہیں۔ اس پر جگہ جگہ تنبیہیں وارد ہیں اور پھر اللہ جل شانہٗ جیسا قادر کہ دنیا اور آخرت کی بادشاہت اسی کی ہے۔ دنیا کے سارے بادشاہ اور حاکم اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ لیکن ذرا بھی اس مالک کا خوف ہمارے دل میں نہیں آتا اور علی اعلان اُس کے احکام کی خلاف ورزی کریں تو پھر ہم پر بلائیں اور مصیبتیں کیوں نہ نازل ہوں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: ان اللّٰہ تعالی لایعذب العامة بعمل الخاصة حتی یروا المنکر بین ظھرانیھم وھم قادرون علیٰ ان ینکروہ فلاینکرو فاذا فعلوا ذلك عذب اللّٰہ العامة والخاصة۔ (مشکوۃ) اللہ جل شانہٗ چند مخصوص لوگوں کے گناہ کرنے سے سب کو عذاب نہیں کرتے جب تک کہ وہ لوگ ان مخصوص لوگوں کے روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں اور جب ایسا ہو کہ وہ روکنے پر قادر ہوں اور نہ روکیں تو پھر عام خاص سب کو عذاب میں مبتلا فرماتے ہیں۔ میں اسی مضمون کو اپنے ایک رسالہ میں جو رسالہ تبلیغ کے نام سے شائع ہو چکا ہے مفصل لکھ چکا ہوں اس لیے یہاں مجھے صرف اتنا ہی کہنا ہے کہ جس جگہ آدمی کو قدرت حاصل ہے وہاں نہ روکنا اپنے آپ کو مصائب اور پریشانیوں کے لیے پیش کرنا ہے اور منجملہ اور پریشانیوں کے اسباب کے جو آج چاروں طرف سے گھیرے ہوئے ہیں یہ بھی بڑا سبب ہے کہ ہم دین کی کسی بات پر کسی مخالف اور دشمن کو تو ضرور اس کی آبروریزی کی نیت سے اس کا وقار گرانے کی فکر میں ٹوکیں گے اور کچھ نہ ہو سکے گا تو اظہارِ حق اور احقاقِ حق کے نام سے اس کے خلاف ایک فتویٰ لے کر شائع کر دیں گے لیکن اپنے عزیز کو اپنے دوست کو اپنے چھوٹے کو کبھی بھی ٹوکنے کا ارادہ نہ کریں گے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ: اذا عظمت أمتی الدنیا نزعت منھا ھیبة الاسلام وإذا ترکت الأمر بالمعروف والنھی عن المنکر حرمت برکة الوحی وإذا تسابت امتی سقطت من عین اللّٰہ (رسالہ تبلیغ) جب میری امت دنیا کو عظیم الشان اور اونچی چیز سمجھنے لگے گی تو اسلامی ہیبت اس سے جاتی رہے گی اور جب نیک کاموں کے کرنے کا حکم اور برے کاموں سے روکنا چھوڑ دے گی تو وحی کی برکتوں سے محروم ہو جائے گی اور جب آپس میں ایک دوسرے کو گالیاں دینے لگے گی تو اللہ کی نگاہ سے گر جائے گی۔ ایک حدیث میں وارد ہے کہ تمھیں دو نشے گھیریں گے ایک نشہ زندگی کی محبت کا، دوسرا نشہ جہالت کی محبت کا (یعنی علم حاصل کرنے سے پہلو تہی کرنا) اس وقت تم نیک کاموں کا حکم کرنا چھوڑ دو گے اور بری باتوں سے روکنا چھوڑ دو گے اس وقت قرآن و حدیث پر مضبوطی سے جمنے والے ایسے ہوں گے جیسے اونچے درجہ کے مہاجرین وانصار (جامع) نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو لوگ اللہ کی حدود پر قائم ہیں (یعنی دین میں خوب پختہ ہیں) اور جو لوگ ان میں گرنے والے ہیں (یعنی معاصی میں مبتلا ہیں) ان دونوں کی مثال اس جماعت کی سی ہے جو ایک جہاز میں سوار ہوئی جس میں کچھ لوگ اوپر کے طبقہ میں ہیں اور کچھ لوگ نیچے کے حصہ میں ہیں۔ نیچے والے پانی لینے کے لیے بار بار اوپر آتے ہیں وہ اس دقت کی وجہ سے کہ

اوپر بار بار جانا پڑتا ہے جس سے ان کو بھی تکلیف ہوتی ہے جو اوپر ہیں اس لیے وہ لوگ جہاز کے نیچے کے حصہ میں ایک سوراخ کرنے لگیں تاکہ وہیں سے پانی آنے لگا تو ایسی صورت میں اگر اوپر کے حصہ والے ان کو سوراخ کرنے سے نہ روکیں گے تو جہاز میں سوراخ ہوجانے سے اندر پانی بھر آئے گا اور دونوں فریق ڈوب جائیں گے (ترغیب عن البخاری) اس لیے خوب سمجھ لینا چاہیے کہ قدرت کے بعد نہ روکنا صرف گناہ کرنے والے ہی کو نقصان رساں نہیں ہے اپنے آپ کو بھی عذاب الٰہی میں مبتلا کرنا ہے اور عام عذاب کے لیے تیار ہونا ہے آج کل جو لوگ دین دار کہلاتے ہیں اور بہت سے ان میں واقعی دین دار ہیں بھی وہ اپنے آپ کو ہی سبکدوش سمجھتے ہیں لایضرکم من ضل اذا اھتدیتم (جب تم ہدایت یافتہ ہو جاؤ تو کسی کا گمراہ ہونا تم کو نقصان نہیں پہنچاتا) کا پروانہ اپنے اطمینان کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین نے اللہ تعالیٰ ان پر لاکھوں رحمتیں نازل فرمادیں، دین کے کسی جز کو بھی غیر مکمل نہیں چھوڑا ہے۔ متعدد صحابہؓ سے اس آیت شریفہ کے بارے میں حضورؐ سے سوال کرنا اور حضورؐ کا جواب میں یہ ارشاد فرمانا تفاسیر میں منقول ہے: امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے رہو، ورنہ عام عذاب میں مبتلا ہو جاؤ گے اور اس آیت شریفہ کا محمل یہ ہے کہ جب اس کی طاقت نہ رہے اور فتنوں کا دروازہ کھل جائے۔ حضرت ابوبکرؓ صدیق ایک مرتبہ منبر پر کھڑے ہوئے اور یہ آیت تلاوت فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ تم لوگ اس آیت کو بے محل پڑھتے ہو۔ میں نے خود حضور سے سُنا ہے کہ جو لوگ ناجائز کام کو دیکھیں اور اس کو نہ روکیں قریب ہے کہ وہ عذاب میں مبتلا ہو جائیں۔ حضرت عبداللہ بن مسعود تشریف فرما تھے۔ دو آدمیوں میں کچھ نزاع ہوا۔ پاس بیٹھنے والوں میں سے ایک صاحب نے ارادہ کیا کہ اٹھ کر اس کو روک دیں دوسرے کسی صاحب نے اُن کو اُٹھنے سے منع کیا اور یہ آیت تلاوت کی۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے تنبیہ فرمائی اور ارشاد فرمایا کہ ابھی اس آیت کا وقت نہیں آیا ہے (درمنثور) الغرض جہاں قدرت ہو وہاں نکیر کرنا نہایت ضروری ہے۔ اسی طرح دوسری جانب جہاں قدرت نہ ہو۔ نکیر پر کوئی فساد برپا ہونے کا اندیشہ ہو۔ کسی دینی مضرت اور نقصان کا خیال ہو۔ وہاں خواہ مخواہ خم ٹھوک کر نہ کھڑے ہونا بلکہ اس مجمع سے یکسوئی اختیار کرنا اور لوگ تمھاری یکسوئی پر برا بھلا کہیں، گالیاں دیں، طعن و تشنیع کریں اس کو برداشت کرنا۔ ہمت ہو تو ان کے لیے دعائے خیر کرنا۔ اللھم اھد قومی فانھم لایعلمون نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا کس قدر پاک اور اونچا اسوہ ہے۔ لیکن یہ نہ ہو سکے تب بھی ایسے مواقع میں جھگڑے سے علاحدہ رہنا اصلاح کی فکر میں نہ لگنا اپنے کو سنبھالے رہنا بہت غنیمت ہے۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اذا رایت الناس قدمرجت عھودھم وخفت أماناتھم وکانوا ھکذا وشبك بین أنامله فالزم بیتك واملك علیه لسانك وخذما تعرف ودع ماتنکر وعلیك بخاصة امر نفسك ودع عنك امر العامة رواہ الحاکم عن ابن عمر و کذا فی الجامع وقال العزیزی صحیح۔ جب تو دیکھے کہ آدمیوں کے عہد و پیمان گڑبڑ ہوگئے اور امانتیں ہلکی پڑگئیں (یعنی ان کا اہتمام نہیں رہا) اور ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ میں ڈال کر (ارشاد فرمایا کہ جب تو دیکھے کہ) لوگ اس طرح آپس میں گڑبڑ ہوگئے (کنایہ ہے حق ناحق بھلے برے کے آپس میں مخلوط اور غیر ممتاز

ہو جانے سے) تو اپنے گھر میں بیٹھ جانا اور زبان کو روک لینا جائز امور کو اختیار کرنا اور ناجائز سے پرہیز کرنا اور اپنے آپ کو سنبھالے رکھنا اور عوام کو چھوڑ دینا۔

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ آدمی کا بہترین مال چند بکریاں ہوں جن کو لے کر وہ پہاڑ کی چوٹیوں پر اور ایسے مواقع پر جا پڑے جہاں بارش ہوتی رہتی ہو کہ اپنے دین کی وجہ سے فتنوں سے بھاگتا ہو۔ (بخاری)

علامہ عینی شرح بخاری میں فرماتے ہیں کہ اس حدیث سے فتنوں کے زمانہ میں یکسوئی کی فضیلت ثابت ہوتی ہے البتہ جو شخص ایسا ہو کہ اُس کو فتنہ کے روکنے پر قدرت ہو اُس کے لیے اُس کے روکنے میں سعی کرنا واجب ہے جو حالات کے اختلاف کی وجہ سے فرض عین یا فرض کفایہ ہے (یعنی اگر کوئی دوسرا شخص اُس کو روکنے والا نہیں ہے تو فرض عین ہے اور اگر اور لوگ بھی ایسے ہیں جو اس کو روک سکتے ہیں تو فرض کفایہ ہے) اور بغیر فتنہ کے زمانہ کے علما میں اختلاف ہے کہ یکسوئی افضل ہے یا لوگوں کے ساتھ اختلاط افضل ہے، امام نووی کہتے ہیں کہ حضرت امام شافعیؒ اور دیگر بہت سے علما کا مذہب یہ ہے کہ ایسی حالت میں اختلاط افضل ہے اس لیے کہ اس سے بہت سے دینی فوائد حاصل ہوتے ہیں، اسلامی شعاروں میں شرکت کی نوبت آتی ہے مسلمانوں کی جماعت کی کثرت ظاہر ہوتی ہے اور ان کو بہت سی بھلائی کے پہنچانے کا موقع ملتا ہے، مریضوں کی عیادت جنازوں کی شرکت سلام کا شائع کرنا بھلی باتوں کا حکم کرنا بری باتوں سے روکنا، نیکی اور تقویٰ پر ایک دوسرے کی مدد کرنا محتاج کی مدد کرنا، مسلمانوں کی جماعتوں میں شریک ہونا وغیرہ وغیرہ جتنے امور بھی ہو سکتے ہوں سب کا امکان ہے اور جو شخص عالم ہو یا زاہد اُس کے لیے اختلاط کا استحباب اور بھی مؤکد ہو جاتا ہے لیکن ایک جماعت کا مذہب یہ ہے کہ باوجود ان سب کے بھی تنہائی افضل ہے اس لیے کہ اُس میں سلامتی یقینی ہے، بشرطے کہ تنہائی کی عبادت اور ان چیزوں سے جو تنہائی کی حالت میں اُس کے ذمہ ضروری ہیں واقف ہو، امام نووی فرماتے ہیں مذہب راجح یہی ہے کہ جس شخص کو اس کا غلبہ ظن نہ ہو کہ وہ خود معاصی اور گناہوں میں مبتلا ہو جائے گا اُس کے لیے اختلاط ہی افضل ہے، علامہ کرمانی فرماتے ہیں کہ ہمارے زمانہ میں تو یکسوئی ہی افضل ہے اس لیے کہ مجالس گناہوں سے بہت ہی کم خالی ہوتی ہیں، علامہ عینی فرماتے ہیں کہ میں بھی کرمانی کا موافق ہوں اس لیے کہ اس زمانہ میں اختلاط سے برائیوں کے سوا اور کچھ حاصل نہیں فقط۔

امام نووی کی وفات ۶۷۶ھ میں ہوئی ہے اور علامہ کرمانی کی ۷۸۶ھ میں، تقریباً سو برس کے فرق میں زمانہ کا یہ تغیر ہے کہ امام نووی اختلاط کو افضل بتاتے ہیں اور امام کرمانی سو برس کے بعد فرماتے ہیں کہ آج کل مجالس اس قابل نہیں رہیں علامہ عینی کی وفات ۸۵۵ھ میں ہے وہ علامہ کرمانی کی تائید کرتے ہوئے شرور کا اضافہ ہی بتاتے ہیں ایسی صورت میں اب چودھویں صدی کے نصف آخر میں جتنا بھی اضافہ ہو قرین قیاس ہے، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ بھی ارشاد ہے کہ بھلی باتوں کا حکم کرتے رہو اور بری باتوں سے روکتے رہو، البتہ جب تم یہ دیکھو کہ بخل کی فرماں برداری کی جاتی ہے اور خواہشات

نفس کی پیروی کی جاتی ہے اور دنیا کو (دین پر) ترجیح دی جاتی ہے اور ہر ذی رائے اپنی رائے کو بہتر سمجھتا ہے (یعنی خود رائی عام ہو جائے) اور ایسی حالت کو دیکھے کہ (سکوت بغیر) چارہ کار نہیں تو اپنے نفس کی خبر گیری کیجیو (مبادا کسی فساد میں مبتلا ہو جائے) اور عامۃ الناس کو چھوڑ دیجیو۔ عنقریب ایسا زمانہ آنے والا ہے کہ (اپنے دین پر) صبر کرنا ایسا ہوگا گویا آگ کی چنگاری ہاتھ میں لے لی (مشکوٰۃ) یعنی آگ کی چنگاری ہاتھ میں لے کر اور اُس پر صبر کرنا اور اُس کو ہاتھ میں رو کے رکھنا جیسا مشکل ہوتا ہے ایسا ہی دین کا تھامنا مشکل ہو جائے گا، چنانچہ اس زمانہ میں دینی امور کا پھیلانا ان کی جانب متوجہ کرنا بلکہ خود اپنے آپ دین پر عمل کرتے رہنا جس قدر مشکل بن گیا ہے وہ ہر دین دار شخص جانتا ہے، اہم سے اہم دینی امر اور ایمان کے بعد سب سے اُونچی چیز نماز ہی کو دیکھ لو کہ عوام کے طبقہ سے زیادہ شرفاء اور امراء اور وہ لوگ جو اپنے کو اسلام کا علم بردار سمجھتے ہیں، ان کو نماز کے لیے کہنا ان کو مسجدوں میں جانے پر جماعت کے اہتمام پر آمادہ کرنا کتنا مشکل بن گیا ہے گویا کہنے والے کی اپنی غرض اس سے وابستہ ہے جس کو کہا جاتا ہے اُس کا تو کوئی نفع اس میں ہے ہی نہیں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ میری مثال اُس شخص کی سی ہے جس نے کوئی آگ (چراغ وغیرہ) روشن کی اور پروانے وغیرہ جانور اُس پر آ کر گرتے ہیں اور وہ ان کو ہٹاتا ہے کہ خواہ مخواہ جل جائیں گے، مگر وہ ہٹتے نہیں اور اُس میں جلے جاتے ہیں یہی بعینہ میری مثال ہے کہ تم لوگوں کو پکڑ پکڑ کر (جہنم کی) آگ سے ہٹاتا ہوں مگر تم لوگ اُس میں گھسے جاتے ہو (مشکوٰۃ) اسی طرح علما کے لیے بھی افضل یہی ہے کہ حتی الوسع منکرات سے روکنے کی سعی کریں لیکن اس کے بعد بھی اگر وہ مغلوب ہو جائیں یا کسی مضرت کا اندیشہ ہو تو پھر فتنہ سے علاحدہ رہنا بہتر ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ فرماتے ہیں کہ میں نے حجاج (مشہور ظالم) کو خطبہ میں ناجائز امور کہتے ہوئے سنا میرے دل میں آیا کہ اُس کو ٹوکوں مگر مجھے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث یاد آ گئی (اس لیے چپ ہو گیا) وہ حدیث یہ ہے کہ میں نے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا تھا، مومن کے لیے مناسب نہیں ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے میں نے عرض کیا تھا یا رسول اللہ اپنے نفس کو کس طرح ذلیل کرے، صحابہ نے عرض کیا کہ اپنے نفس کو کس طرح ذلیل کرے گا، ارشاد فرمایا کہ ایسی مشقت میں داخل ہو جائے جس کا تحمل نہیں کر سکتا، حضرت علیؓ نے بھی حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کو نقل کیا ہے کہ مسلمان کے لیے یہ (جائز) نہیں ہے کہ اپنے نفس کو ذلیل کرے گا ارشاد ہوا کہ ایسی بلا میں داخل ہو جس کا تحمل نہیں کر سکتا (مجمع الزوائد)۔ حضرت سعد بن ابی وقاص جلیل القدر صحابہ میں ہیں جس زمانہ میں حضرت علیؓ اور امیر معاویہ میں لڑائی ہو رہی تھی یہ اپنے اونٹوں کو لے کر جنگل میں چلے گئے تھے، ان کے صاحبزادہ عمران کے پاس تشریف لے گئے، اُنھوں نے دور ہی سے اللھم إنی إعوذبك من شر هذا الراكب (اے اللہ میں اس سوار کے شر سے تیری پناہ چاہتا ہوں) پڑھنا شروع کر دیا۔ یہ تشریف لے گئے سواری سے اُترے اور عرض کیا آپ اپنے اونٹوں اور بکریوں کو لے کر یہاں تشریف لے آئے اور لوگوں کو چھوڑ دیا کہ وہ سلطنت پر لڑتے رہیں۔ حضرت سعد نے ان کے سینے پر زور سے ہاتھ مارا اور فرمایا چپکے

رہو میں نے خود حضور سے سنا ہے کہ اللہ جل شانہٗ اُس بندہ کو محبوب رکھتے ہیں جو متقی ہو اور مخفی ہو (ترغیب بروایۃ مسلم) ایک مرتبہ حضور نے فرمایا کہ تم کو بہترین شخص بتاؤں کون ہے صحابہ نے عرض کیا ضرور بتایئے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص ہے جو گھوڑے کی لگام پکڑے ہوئے اللہ کے راستے میں رہے یہاں تک کہ مرجائے یا شہید ہوجائے پھر ارشاد فرمایا بتاؤں اس کے بعد کون شخص بہترین ہے صحابہ نے عرض کیا ضرور بتایئے، ارشاد فرمایا: کہ وہ شخص جو کسی گھاٹی میں الگ جا پڑا ہو، نماز کو قائم رکھتا ہو، زکوٰۃ ادا کرتا ہو، لوگوں کے شرور سے محفوظ ہو۔ ایک حدیث میں وارد ہے کیا ہی اچھا ہے وہ شخص کہ اپنی زبان پر قدرت رکھتا ہو اپنے گھر میں پڑا رہتا ہو اور اپنی خطاؤں پر روتا رہتا ہو۔ حضرت عقبہؓ کہتے ہیں، میں نے حضور سے عرض کیا، نجات کی کیا صورت ہے، حضور نے ارشاد فرمایا کہ اپنی زبان کو روکے رکھو، گھر میں پڑے رہو، اپنی خطاؤں پر روتے رہو لیکن ان سب صورتوں میں ایک بات قابل اہتمام ہے کہ ناجائز اور بری بات کو دیکھ کر دل سے اُس چیز کو برا سمجھنا دل سے اُس پر رنجیدہ ہونا دل سے اُس پر نفرت کرنا، ازبس ضروری ہے جس کو سب سے پہلی حدیث میں ایمان کا ضعیف درجہ کہا گیا ہے، حدیث میں آیا ہے کہ اللہ جل جلالہٗ نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو حکم فرمایا کہ فلاں شہر کو ہلاک کردو۔ انھوں نے عرض کیا کہ اُس شہر میں تیرا فلاں بندہ بھی ہے جس نے تیری ذرا سی نافرمانی بھی نہیں کی۔ ارشاد ہوا کہ اُس کے باوجود ہلاک کردو میرے بارے میں اُس کی پیشانی پر ذرا بھی بل نہیں پڑا (مشکوٰۃ) بل نہ پڑنے کا مطلب یہ ہے کہ میری نافرمانیاں دیکھتا رہا اور کسی وقت ذرا بھی اپنی ناگواری اور گرانی کا اظہار نہ کیا۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ جو شخص کسی ناجائز امر میں شریک ہو مگر اُس کو برا سمجھتا ہو (دل سے اُس پر نفرت کرتا ہو گو کسی مجبوری سے اُس میں شریک ہو) وہ ایسا ہے جیسا کہ اُس میں شریک نہیں ہے اور جو شخص اُس میں شریک نہ ہو اور اُس کو پسند کرتا ہو وہ ایسا ہے جیسا اُس میں شریک ہے (مجمع الزوائد) گناہ کی بات خواہ کسی میں بھی ہو اُس پر خوش ہونا راضی ہونا سم قاتل ہے اور پھر سب گناہوں کی جڑ کفر ہے اُس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانی نور اللہ مرقدہٗ نے اپنے مکاتیب میں ایک بڑا قابل عبرت قصہ لکھا ہے فرماتے ہیں کہ میں ایک شخص کی عیادت کو گیا وہاں پہنچ کر دیکھا کہ انتقال کا وقت بالکل قریب ہے میں نے اُس پر توجہ ڈالی تو اُس کے دل کو ظلمتوں سے بھرا ہوا پایا، ہر چند میں نے توجہ کی کہ اُس کے دل پر سے یہ ظلمتیں دور ہوجائیں مگر دور نہ ہوئیں، بڑی دیر توجہ کے بعد محسوس ہوا کہ یہ ظلمتیں اہل کفر سے دوستی کی وجہ سے پیدا ہوئی ہیں یہ توجہ سے زائل نہ ہوں گی جہنم کے عذاب ہی سے زائل ہوں گی (مکتوبات دفتر اول حصہ چہارم) کس قدر خوف وعبرت کا مقام ہے کہ بعض کدورتیں دل پر ایسی پیدا ہوجاتی ہیں کہ اللہ والوں کا تعلق جو اکسیر ہے وہ بھی ان کے مقابلہ میں بے کار ہوجاتا ہے۔

ایک ضعیف حدیث میں آیا ہے کہ اہل معاصی کے بغض کی ساتھ اللہ کے یہاں تقرب حاصل کرو اور ان سے ترش روئی سے ملو اور ان سے ناراضی میں اللہ کی رضا تلاش کرو اور ان سے دور رہنے میں اللہ کا تقرب حاصل کرو (جامع الصغیر) سند اگرچہ ضعیف ہے مگر مضمون کی دوسری احادیث سے تائید حاصل ہوتی ہے، عزیزی نے لکھا ہے کہ مطلب یہ ہے کہ اس

معصیت سے بغض رکھو نہ کہ اُس کس کی ذات سے اور یہی مطلب ہے ان سب احادیث کا جہاں اس قسم کے مضامین وارد ہوئے ہیں کہ آپس کے تعلقات اور کسی سے محبت کی وجہ سے اُس میں جو معصیت ہے وہ بھی ہلکی نہ بن جائے اور اس کی ساتھ ہی یہ بھی ملحوظ رہے کہ اس معصیت کی وجہ سے اُس میں جو صفت اسلام ہے وہ نظر انداز نہ ہو جائے اس لیے ان دونوں افراط و تفریط کے درمیان میں اعتدال ہے یہی اصل تعلیم ہے اور یہی ہر چیز کو اُس کے درجہ پر رکھتا ہے جس کے ہم لوگ مامور ہیں۔حق یہ ہے کہ اسلام کی تعلیم ایسی ہی تھی کہ:یدخلون فی دین اللّٰہ افواجاً (اللہ کے دین میں فوجیں کی فوجیں داخل ہوتی ہیں) کا مصداق تھی مگر ہم نے اُس سے منہ موڑا اُس پر عمل کرنا در کنار اُس کو معلوم کرنا بھی چھوڑ دیا اُسی کے یہ خمیازے ہیں جو بھگت رہے ہیں۔ ہماری مثال شتر مرغ کی سی ہے جس کے متعلق ایک ضرب المثل ہے کہ جب اُسے اُڑنے کو کہا جاتا ہے تو کہتا ہے کہ میں شتر ہوں بھلا اونٹ بھی اُڑ سکتا ہے اور جب اُس سے کہا جاتا ہے کہ بار برداری کر، تو کہتا ہے کہ میں مرغ ہوں بار برداری کیسے کروں۔

ہم لوگوں کا بھی یہی حال ہے کہ جب اعمال کے کرنے کا ذکر آتا ہے تو ہم لوگ چودھویں صدی کے رہنے والے ناکارہ اور ضعیف بن جاتے ہیں بھلا صحابہ کرام جیسے اعمال ہم سے کہاں ہو سکتے ہیں وہ قوی لوگ تھے وہ حضور کے پاس بیٹھنے والے تھے، وہ خیر القرون کے افراد تھے، بھلا ہم ان کی کیا حرص کر سکتے ہیں۔

دنیا دار ہیں دنیا میں پھنسے ہوئے ہیں، مجبوریاں ساتھ ہیں۔لیکن جب ان حضرات کی ترقیات کا ذکر آتا ہے ان کے ملکوں پر فتح اور قبضہ کا ذکر آتا ہے ان کی عزت و وجاہت کا سماں بندھتا ہے تو ہم بھی مسلمان ہیں، حضور کے نام لیوا ہیں، صحابہ کے جانشین ہیں ان کے خلاف ہیں اور ترقیات میں ان کی ہمسری کے خواب دیکھنے لگتے ہیں۔لیکن حق یہ ہے کہ ایسے خواب شرمندۂ تعبیر نہیں ہوتے اگر ہمیں اُن ترقیات کی اُمنگ ہے تو ان کے سے اعمال کر کے ان ثمرات کا امیدوار بننا چاہیے، لوبیا بو کر سیب کا پھل آنے کی اُمید کرنا سراسر حماقت ہے۔ بس اب وقت ختم ہو چکا ہے، روایت ہلال کا وقت قریب ہے دعا کرو کہ حق تعالیٰ شانہٗ مجھ ناکارہ کو بھی ان حضرات اکابر کے اسوہ سے کچھ حصہ نصیب فرما دیں۔ میری مثال اس ساری تحریر میں اُس نابینا کی سی ہے جو چراغ ہاتھ میں لیے دوسروں کو کہتا ہے کہ روشنی کے فوائد حاصل کرو اور بے چارہ خود محروم ہے۔ وما استقمت فما قولی لک استقم۔

اس کے علاوہ میں نے جو کچھ لکھا ہے میرا خیال ہے کہ سب اشکالات کے لیے مجملاً کافی ہے اور سب اُمور کا اس سے حل ہو گیا ہوگا، لیکن یہ میرے ناقص خیالات ہیں یہ مطلب نہیں ہے کہ سب اس کو قبول کریں اور مانیں اگر سمجھ میں آئے بہتر ہے قبول کر لیں ورنہ کالائے بد بریش خاوند۔ وما توفیقی الا باللّٰہ۔

☆☆☆